کہ چھوڑ دے، ان کا ستانا، تو مفہوم وہی ہو جاتا ہے۔ جو حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا ہے لیکن کاتب کی غلطی نہ مانی جائے اور "ان کو" ہی صحیح سمجھا جائے۔ تو باپ اور بیٹے کے ترجموں میں یہ فرق ہوگا، کہ باپ کے ترجمہ کے بموجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فراخی حوصلہ اور عفو و درگذر کی ہدایت ہو رہی ہے، اور حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کے بموجب ہدایت یہ ہے کہ درپے انتقام نہ ہوں، یعنی یہ تو ضروری ہے کہ آپ پوری طرح محتاط رہیں ان باتوں میں نہ آئیں لیکن ان کی چالبازیوں کے جواب میں آپ ان کو کوئی سزا دینا چاہیں تو یہ بھی درست نہیں ہے۔ آپ ان کو ستانے کا خیال بھی نہ کریں۔ بلکہ ان کی ان حرکتوں کا جواب خدا کے حوالہ کر دیں۔ آپ اس پر بھروسہ رکھیں وہ آپ کا کارساز ہے۔

اب اس پوری بحث کے دامن کو سمیٹیں تو داعی الی اللہ کی یہ خصوصیات سامنے آئیں گی۔

۱۔ اذعان و یقین — جس سے داعی الی اللہ کا سینہ پرنور ہو۔

۲۔ اپنی دعوت کی صداقت پر اذعان و یقین جیسے شاہد کو اپنی شہادت پر یقین ہوتا ہے۔

۳۔ دعوت کے قبول کر لینے سے جو فوائد پہنچ سکتے ہیں ان کو سامنے رکھے اور ان کی بشارت دے —

۴۔ قبول نہ کرنے کی صورت میں حاکمانہ دھمکیوں کی بجائے ناصحانہ انداز اختیار کرے، اور پدر مشفق کی طرح نتائج بد سے آگاہ کرے۔

۵۔ داعی الی اللہ خلوت گزیں نہیں ہوگا بلکہ شمع کی طرح شریک مجلس ہوگا۔ اسطرح کہ اس کے انفاس و کلمات پرنور ہوں، تو قلب و جگر پرسوز ہوں۔

۶۔ اس تمام میل ملاپ کے باوجود ضروری ہے کہ وہ محتاط رہے، دلداری میں اس حد تک آگے نہ بڑھے کہ جس کے لئے دعوت دے رہا ہے۔ اسی آقا کی خلاف ورزی ہونے لگے۔

۷۔ داعی کا سینہ فراخ اور حوصلہ بلند ہو، وہ مخالفین کی چالبازیوں اور گستاخیوں کو نظر انداز کرتا رہے۔ (شاہ ولی اللہ صاحب)

۸۔ مخالفین جو کچھ حرکتیں کریں، داعی الی اللہ جب تک منصب دعوت و تبلیغ پر ہے اسکو انتقام لینا درست نہیں ہے۔ جزاء سیئة سیئة مثلها۔ اس کا وظیفہ عمل اور طریق کار نہیں ہوگا — بلکہ اس کا لائحہ عمل ادفع بالتی ھی احسن۔ ہوگا۔

(جواب وہ ایسے طریقہ سے جو بہت ہی حسین ہو جس کا نتیجہ یہ ہو کہ دشمن دوست بن جائیں)

(حضرت شاہ عبدالقادر صاحب)

۹۔ انتقام یا چالبازی کے جواب میں چالبازی کی بجائے داعی کی نظر اللہ پر ہونی چاہیئے ۔ اور اسی کے فضل وکرم پر اس کو اعتماد رکھنا چاہیئے ۔

تزکیہ اخلاق اور روحانی تربیت | قرآن حکیم کی متعدد آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور شان بھی بتائی گئی ہے ، یعنی تزکیہ اخلاق اور روحانی تربیت ۔۔۔۔ دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں جب ایک شخص اپنے رب اور معبود کیطرف متوجہ ہوا ، اسکی عظمت اور بڑائی کا اقرار کرتے ہوئے اس کے احکام کی پابندی کا اس نے عہد کیا تو ضروری ہے کہ اس کے عمل اور کردار میں بھی وہ خوبیاں نمایاں ہوں جو انسانیت کا جوہر ہیں ۔ جن کی بنا پر انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے ۔ نیز ایک بندہ اور پروردہ ہونے کے لحاظ سے اپنے پروردگار اور اپنے مالک و خالق کے ساتھ بھی اس کا تعلق مضبوط ہو ۔ پس برائیوں کو زیادہ سے زیادہ ناپید کرنے اور خوبیوں اور بھلائیوں کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کرنے کا نام " تزکیہ اخلاق " ہے ، یعنی عادتوں اور خصلتوں کو برائیوں سے پاک کرنا اور خدا سے تعلق جوڑنے اس کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے اور اس مضبوطی کو روز افزوں اور ترقی پذیر بنانے کو " روحانی تربیت " کہا جاتا ہے ۔ نبی کا کام صرف بلاوا دیدینے پر ختم نہیں ہو جاتا ۔ بلکہ یہ دونوں کام بھی اس کے فرائض میں ایسی اہمیت رکھتے ہیں کہ جن پر نبوت و رسالت کی پوری عمارت قائم ہوتی ہے ، جو شخص نبی کا نائب و وارث بن کر ان فرائض کو انجام دیتا ہے اسکو پیر اور مرشد کہا جاتا ہے ۔ ہماری زبان میں پیر اور مرشد کے جو الفاظ بولے جاتے ہیں ان سے وہ پاک انسان مراد ہوتے ہیں جو نبی کا نائب اور وارث بن کر انقلاب پیدا کرنے والی عظیم الشان خدمت انجام دیتے ہیں ۔۔۔۔ (جاری ہے)

حضرت نبی کریم ؐ نے اخلاق کی تعلیم پر جس قدر زور دیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد یہ دعویٰ کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مذہب اسلام کی تمام تر تعلیم کا لب لباب اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ صرف " اخلاق " ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا " دین کیا ہے ؟ " آنحضرت ؐ نے تینوں مرتبہ یہی جواب فرمایا : " اخلاق "

گذشتہ ماہ تبصرہ کتب میں " اسلامی مذاہب " کے ناشر کا پتہ رہ گیا ہے ، جو کہ یہ ہے :
" ملک برادرز کارخانہ بازار لائل پور "

سیّدنا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

علوم   معارف

ملفوظات

بروایت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

آئیے! حضرت حکیم الامتؒ کی زبان سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے ملفوظات سنئے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ملفوظات بیان کر رہا تھا۔ ایک وکیل صاحب بیٹھے سن رہے تھے، اور مزے لے رہے تھے۔ ایک حالت ان پر طاری تھی، انہوں نے مجھے مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا ۔

تو منور از جمال کیستی   تو مکمل از کمال کیستی

میں نے فی البدیہہ جواب دیا ۔

من منور از جمال حاجیم   من مکمل از کمال حاجیم

شروع میں "فرمایا" لکھوں گا جس سے مراد ہوگی حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا۔ آخر میں حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ حسنہ، ملفوظات اور تصانیف کا حوالہ بھی درج کر دیا جائے گا۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان ۔

فرمایا: محققین ذکر کیلئے یوں ہی فرماتے ہیں کہ خلوص قلب کا انتظار نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ جسطرح ہو ذکر کرنا چاہیئے۔ اس کی برکت سے شدہ شدہ خلوص بھی پیدا ہو جائے گا۔ یہ سب باتیں حضرت

حاجی صاحب قدس اللہ سرہم کے یہاں جاکر حل ہوئیں۔ چنانچہ حاجی صاحبؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ریا ہمیشہ ریا ہی نہیں رہتی۔ پہلے ریا ہوتی ہے، پھر عادت ہو جاتی ہے، پھر عبادت بن جاتی ہے۔ غرض ریا ہمیشہ ریا نہیں رہا کرتی آخر مبدل بخلوص ہو جاتی ہے۔ پھر وہ خلوص موجب قرب ہو جاتا ہے۔ (شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ ص۳، فان الجنۃ ہی الماویٰ ص۲، فروغ الایمان ص۳)

۲۔ فرمایا: میں سچ کہتا ہوں کہ ان رسوم نے لوگوں کو خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد سے بہت روک رکھا ہے۔ میں نے ایک واقعہ خود دیکھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ دوسرے وقت پر رکھو۔ دوسرے وقت اور چند آدمی بیعت ہونے آئے۔ حاجی صاحبؒ نے ان صاحب سے بھی فرمایا کہ بھائی آؤ تم بھی بیعت ہو جاؤ۔ تو آپ فرماتے ہیں، میں ابھی بیعت نہیں ہوتا۔ میں تو مٹھائی لاکر بیعت ہوں گا۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ ان رسوم نے کیسی لوگوں کی راہ مار رکھی ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر کیا خوش نصیبی تھی کہ شیخ خود بلائے کہ آؤ ہم تمہارے خریدار ہیں، اور عاشق صاحب ہیں کہ مٹھائی نہ ہونے کی وجہ سے رکے جاتے ہیں۔ بس سوا اس کے کہ تعلق کی کمی ہے، اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ بس اگر محبت ہے تو یہ قیود خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر مانع ذکر ہیں۔ (شکر النعمت بذکر رحمت الرحمۃ ص۱۳)

۳۔ فرمایا: حضرت حاجی صاحب کا قول ہے کہ میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور اگر مخلوق میں کچھ ڈر ہے تو اپنے نفس کا۔ ان میں سے ایک خوف عظمت کا ہے یعنی وہ خوف جسکی وجہ عظمت ہو یہ تو خدا سے چاہیئے۔ اور ایک خوف مضرت یعنی نقصان کا ہے۔ یہ خوف نفس سے چاہیئے۔ بس اس کے سوا کوئی خوف مسلمان کے پاس نہیں آسکتا۔ اسی بارے میں کہا ہے ؎

موحد چہ در پائے ریزی زرش　　　چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس　　　ہمیں ست بنیاد توحید و بس

موحد اور عارف کے قدموں میں خواہ سونا بکھیر دیں یا اس کے سر پر تلوار رکھیں۔ امید اور خوف اسکو بجز خدا کے کسی سے نہیں ہوتا۔ توحید کی بنیاد بس اسی پر ہے۔ (الظاہر ص۲)

۴۔ فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ عاشق احسانی ہیں، عاشق ذاتی یا صفاتی نہیں کیونکہ عاشق کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ عاشق ذاتی ۲۔ عاشق صفاتی ۳۔ عاشق احسانی۔ عاشق ذاتی تو محض محبوب کی ذات کو ہی محبت کے قابل سمجھتا ہے، چاہے اس میں

کوئی کمال نہ ہو، عاشق صادق محبوب سے بوجہ اس کے کمالات کے محبت کرتا ہے، تو فرمایا کہ بھائی ہم لوگ عاشقِ احسانی ہیں۔ جب تک راحت سے گزرتی ہے تو محبت قائم رہتی ہے، اور اگر ذرا ادھر سے عطا میں کمی ہو جائے تو ہماری محبت کمزور ہو جاتی ہے، اسی لئے حضرت حاجی صاحبؒ ترکِ لذات کا امر نہ فرماتے تھے، بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ خوب کھاؤ پیو اور کام کرو۔ اس کا راز یہ ہے کہ پہلے زمانے میں لوگوں میں قوت تھی۔ اس لئے راحت و تکلیف دونوں حالتوں میں ان کو حق تعالیٰ سے تعلق یکساں رہتا تھا۔ اور اب ضعف ہے۔ اگر مزیدار نعمتیں ملتی رہیں تب تو حق تعالیٰ سے محبت رہتی ہے، اور نہیں تو مشقت و تکلیف میں وہ حالت نہیں رہتی اور فرمایا یہی راز ہے کہ شریعت نے حج کے واسطہ زاد و راحلہ کی شرط لگائی، کیونکہ ہم لوگ عاشقِ احسانی ہیں۔ جب راحت کے ساتھ حج کریں گے تو خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت زیادہ ہوگی۔ اور اگر زاد و راحلہ نہ ہو تو بجائے محبت کے اور دل میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ مگر یہ زاد و راحلہ کی قید انہیں ضعفاء کیلئے ہے جو کہ عاشقِ احسانی ہیں، ورنہ اقویا کی بابت تو خود نص میں ذکر ہے۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کردو۔ لوگ آپ کے پاس پیدل اور دُبلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر آئیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ پیدل بھی آئیں گے جن کے پاس زاد و راحلہ نہ ہوگا اور ان کو پیدل جانے میں گناہ بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ حق تعالیٰ اس مقام پر ان آنے والوں کی مدح فرما رہے ہیں کہ پیدل آنے والے بھی حق تعالیٰ کے یہاں ممدوح ہوں گے۔ تو یہ لوگ ضعفاء نہیں۔ اقویا ہیں۔ جنکے واسطے زاد و راحلہ کی کوئی قید نہیں۔ ان کو اس سفر کی کسی کلفت سے پریشانی نہیں ہوتی۔ (شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ صـ۵۶)

۵۔ فرمایا: یہ مسئلہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں جاکر حل ہوا۔ حاجی صاحبؒ سے جب کوئی یہ کہتا کہ حضرت نوکری چھوڑ دوں تو آپ ارشاد فرماتے کہ نوکری مت چھوڑو، تم کام میں لگے رہو، کام کرتے کرتے پھر تم خود ہی چھوڑ دو گے کسی سے پوچھو گے بھی نہیں۔ سبحان اللہ بڑے محقق تھے۔ (شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ صـ۱۱)

۶۔ فرمایا: حضرت فرماتے تھے ملازمت ترک کرنے کی کیا ضرورت۔ جب اللہ تعالیٰ کا نام دل میں گھر کرے گا، وہ خود ہی چھوڑ دے گا۔ مشہور ہے، آب آمد و تیمم برخاست ؎

عشق آں شعلہ ست کہ چوں بر فروخت　　ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

ہاں یہ حکم ایسے شخص کیلئے ہے جس کے کھانے پینے کی کوئی سبیل نہ ہو، کہ این بلا دفع بلا ہاست بزرگ --- اور اگر کسی شخص کے پاس کوئی ایسا ذریعہ موجود ہے تو اسکو یہی مناسب ہے کہ اس پر قناعت کرے اور یادِ خدا میں مشغول ہو۔ عارف رومی

خوش روزگارے کہ دارد کسے　　　　که بازار حرصش نباشد بسے

بقدر ضرورت یسارے بود　　　　کند کارے مرد کارے بود

(تفاضل الاعمال ص۱۹)

۷۔ فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ جس قدر نظر وسیع ہوتی جاتی ہے۔ اعتراض کم ہوتا جاتا ہے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ ص۵۴)

۸۔ فرمایا: ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ آجکل ولایت دو پیسہ میں آتی ہے۔ ایک پیسہ کا گیرو لیا اور ایک پیسہ کی تسبیح۔ گیروا کپڑے پہن لئے اور تسبیح گھمانی شروع کی۔ اگر زندگی میں بھی ولی نہ ہوئے تو مرنے کے بعد ولی بنا دیا طوائف کے قبضہ میں ہے جسکی قبر پر ایک بار مجرا کر لیا، وہ ولی ہو گیا۔ (الظاہر ص۵)

۹۔ فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں کسی کی شکایت سنی نہیں جاتی تھی اور نہ کسی سے بدگمان ہوتے تھے۔ اگر کوئی کہنے لگا اور حضرت بوجہ حلم منع بھی نہ کرتے، مگر جب وہ کہہ لیتا تو فرماتے کہ وہ شخص ایسا نہیں ہے۔ (یعنی تم جھوٹے ہو)۔--- (ملفوظات کمالات اشرفیہ ص۵۴)

۱۰۔ فرمایا: اپنے شیخ سے کوئی فرمائش خود کرنا بدتمیزی ہے۔ شیخ سے اگر کوئی حالت مخفی ہو تو کہہ دے۔ باقی طریقہ تعلیم اسکی رائے پر چھوڑ دے۔ اوّل تو شیخ محقق خود ہی تجویز کر لیتا ہے تاکہ اس کے موافق علاج کر سکے۔ چنانچہ ہمارے حضرتؒ طالبین سے اتنے حالات معلوم کرتے تھے، فرصت کتنی ہے، آمدنی کیا ہے، اور کتنی ہے۔ صحت کیسی ہے۔ تعلقات کیا کیا ہیں، قوت کتنی ہے۔ کیونکہ قوت سے زیادہ کام نہیں بتانا چاہئے۔

خستگاں را چوں طلب باشد و قوت نبود　　　　گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

اور اسی طرح وہ عوام کو اشغال نہیں بتلاتے، اعمال بتلاتے ہیں، کیونکہ وہ اشغال کے ثمرات کے متحمل نہیں ہوں گے۔

چار پارا قدر طاقت بار نہ　　　　بر ضعیفاں قدر ہمت کار نہ

چار پاؤں پر بقدر قوت بوجھ لادو اور کمزوروں کو بقدر ان کی ہمت کے کام دو، کیونکہ

طفل را گر ناں دہی بر جائے شیر　　　　طفل مسکیں را ازاں ناں مردہ گیر